© rasailojaraid.com



# اعتبار کی دلدل

سید محمد معاویہ بخاری

دنیا کی تمام رحمت پناہ نعمتوں کی طرح انسانی زندگی میں ''اعتماد و اعتبار'' کو بھی کلیدی اہمیت وحیثیت حاصل ہے۔ قطع نظر اس سے کہ ہم نے بے صبری اور ناشکری سے جو دیگر نعمتوں کے ساتھ سلوک کیا وہی اعتبار و اعتماد کے ساتھ بھی روا رکھا لیکن اس حقیقت سے بہر حال انکار ممکن نہیں کہ آج بھی دنیا کا ہر انسان جس طرح دیگر آسائشوں اور نعمتوں کے حصول کے لیے سرگرداں نظر آتا ہے بعینہ یہی معاملہ اعتماد بنانے اور اعتبار حاصل کرنے کے ضمن میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اعتماد و اعتبار قائم کرنے کا یہ سلسلہ انفرادی حیثیت سے لے کر بین الاقوامی سطح تک مروج ہے۔ ایک دوسرے سے تمام نوعیت کے معاملات خواہ ذاتی مراسم استوار کرنے کے لیے ہوں یا تجارتی لین دین کے، سیاست کے ہوں یا مذہب کے باہمی سطح پر اعتماد و اعتبار کا حوالہ ضرور کارفرما رہتا ہے اور یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ بے اعتمادی و بے اعتباری وہ گھُن ہے جو کسی بھی معاشرہ یا قوم کو اندر سے کھوکھلا بنا کر نامرادی و ہلاکت کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا آیا ہے کہ اعتماد و اعتبار حاصل کرنے کے لیے ہر سطح پر ایسے ایسے مہلک فیصلے کر لیے جاتے ہیں آل کار جن کا انجام ایک وبال کی صورت ظاہر ہوتا ہے۔ بالخصوص وہ فیصلے جو اقوام کے مابین ہوتے ہیں اور جن کی بنیاد سوائے خوش فہمیوں کے اور کچھ نہیں ہوتی۔

وطن عزیز پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ ہمارے سامنے ہے اور ہم بغیر کسی دقت کے یہ تجزیہ کر سکتے ہیں کہ ساٹھ برسوں میں ہم نے کس پر اعتماد و اعتبار کیا؟ کیسے فیصلے کیے اور اس کے نتائج کیا رونما ہوئے؟ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے اعتبار و اعتماد اپنی قوم پر نہیں بلکہ ان اقوام پر کیا جن کے سرشت سے ہم بخوبی آگاہ تھے اور جن کے بارے میں ہمارے دین کی واضح تعلیمات پندرہ صدیوں سے رہنمائی کرتی چلی آ رہی تھیں۔ کتاب ہدایت قرآن مجید میں بڑی صراحت کے ساتھ اہل ایمان ہونے کے مدعی گروہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا: ''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ۔'' ایک اور جگہ ارشاد ہوا کہ ''نہیں راضی ہو سکتے یہود و نصاریٰ تم سے جب تک کہ تم ان جیسے نہ بن جاؤ۔'' پھر ارشاد ہوا ''یہود و نصاریٰ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹانے کے لیے بے دریغ مال خرچ کرتے ہیں۔'' مزید فرمایا: ''اے ایمان والو! اگر تم کفر والوں کی راہ چلو گے تو یہ تمہیں (صحیح) راستے سے بھٹکا دیں گے اور تم بھاری خسارے کا شکار ہو جاؤ گے۔''

ان آیات و بینات کا مقصد وحید یہی تھا کہ ہر زمانہ کے اہل ایمان اپنے کھلے دشمنوں کا تعارف حاصل کر سکیں اور



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اپنی مذہبی، سیاسی، معاشی وسماجی اور اخلاقی اقدار کی بہر قیمت حفاظت پر مامور رہیں اور اپنے معاملات خالق و مالک کی ابدی ہدایات کے مطابق باہمی اعتماد واعتبار سے چلانے کی جدوجہد کریں نہ کہ ان غاصب وگمراہ لوگوں کی چمک بھری زندگی سے دھوکہ کھا کر ایمان واعتبار جیسی قیمتی متاع گنوا بیٹھیں۔ مگر صد افسوس ہم نے گزشتہ زمانوں میں عبرت کا نشان بن جانے والے نافرمانوں کی طرح پند ونصیحت کے باب میں کچھ نہیں سنا، کچھ نہیں سمجھا، کسی نصیحت کو لائق اعتبار نہیں جانا بلکہ مال وزر، اقتدار وتسلط، ذاتی منفعت اور جاہ وحشمت کی حرص میں مبتلا ہو کر اخلاق واقدار کی تمام حدود بے دریغ پھلانگتے چلے گئے۔ ہم نے ہر نصیحت کو گئے وقتوں کی بات کہہ کر مذاق میں اڑا دیا۔ اور سدراہ بننے والے خیر کے نمائندے موت کی نیند سلا دیئے۔ ۶۰ برسوں کا سفر ہم نے اسی بے اعتنائی، غفلت اور بے رحم وسفاک رویوں کے ساتھ طے کیا اور آج بھی پوری ڈھٹائی کے ساتھ اس پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

لیاقت علی خاں، سکندر مرزا، غلام محمد، محمد علی بوگرہ، ناظم الدین، ایوب خان، یحیٰی خاں، ذوالفقار علی بھٹو، ضیاء الحق، محمد خان جونیجو، غلام اسحٰق خاں، فاروق لغاری، بینظیر بھٹو، نواز شریف اور جنرل مشرف تک سب قوم کو دلاسہ دیتے رہے کہ ہمارے یک طرفہ فیصلے ملک وقوم کے مفاد میں ہیں مگر تلخ حقائق پر مبنی تاریخ کا جواب یہ ہے کہ سب کچھ صرف حکمرانوں کے مفاد کے لیے تھا جنہوں نے طول اقتدار کی خواہشوں سے ہلکان ہو کر اس دشمن دین وایمان پر اعتبار واعتماد کیا، خوئے وفا جس کی سرشت میں رکھی ہی نہیں گئی۔ ملک وقوم کو عالمی ساہوکاروں کے ہاتھ گروی رکھنے والوں کے پیش نظر وہ اعتبار تھا۔ جس کا ملبہ آج بھی ملک کہ طول وعرض میں بکھرا پڑا ہے۔ ہمیں اعتبار تھا کہ امریکہ ۶۵ء کی پاک بھارت جنگ نہیں ہونے دے گا مگر جنگ ہوگئی ہمیں اعتماد تھا کہ جنگ کے دوران امریکی بحری بیڑہ مدد کو آن پہنچے گا اور ہمارے دفاع کی ٹوٹی بیساکھیوں کو پھر جوڑ دے گا مگر وہ بحری بیڑہ کبھی نہ پہنچ سکا۔ ہمیں یقین تھا کہ باہمی اعتماد کے تحت جدید امریکی اسلحہ کی کھیپ ہمارے دفاعی حصار کو مضبوط بنا دے گی مگر عین میدان جنگ میں انکشاف ہوا کہ زنگ آلود بیکار اسلحہ کی وہ کھیپ پہنچی تھی جسے ہمارے جوان چلانے سے عاجز تھے اور وہ بندوقیں اور توپیں گولے اور گولیاں اگلنے کے بجائے خراٹے لیتی رہیں۔

۱۹۷۱ء میں ایک بار پھر ہم نے اعتماد واعتبار کا بے اصل گھروندا تعمیر کیا اور ہم یقین کر بیٹھے کہ طاقت ور امریکی حریف سویت یونین' کی گود میں بیٹھا بھارت کسی جنگی صورت حال میں امریکی دست شفقت سے محروم رہے گا ہمیں اعتبار تھا کہ ۶۵ء کی خجالت مٹانے اور پاکستان کو اپنا مضبوط حلیف ثابت کرنے کے لیے امریکی قیادت دفاعی، سیاسی، سفارتی، سطح پر بھرپور مدد فراہم کرے گی اور اپنی سپر طاقتی کا وزن ہمارے پلڑے میں رکھ دے گی، اس وقت بھی قوم کو یہی بتایا جا رہا تھا کہ جو ہو رہا ہے وہ ملک وقوم کے مفاد میں ہے حکمران اسی اعتبار کے بل بوتے پر دہائی دے رہے تھے کہ جنگ آخری گولی تک لڑی جائے گی۔ مگر بلند بام اعتبار کے ناقص گھروندے ٹوٹنے اور بکھرنے میں چند دنوں کی مشقت بھی نہیں لگی، بارود کی گھن گرج تھمی اور جہادی ترانوں کا گرد وغبار صاف ہوا تو معلوم ہوا کہ اندھے اعتبار کی تاریکی میں ہم پر انتہائی مہلک و



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کاری وار ہو چکا تھا، ہمارا بازو کاٹ کر مفلوج بنا دیا گیا، مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ بھارتی فوج کی سنگینوں کی نوک کے آگے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح چلتے ۹۰ ہزار فوجی قیدیوں کو دیکھنا کتنا شرمناک اور جانکاہ سانحہ تھا اس کا اندازہ شاید حکمران کبھی نہ کر سکیں۔ مگر کروڑوں آنکھوں نے اس دکھ بھرے منظر کو دیکھنے کو موت سے بدتر جانا تھا۔ سقوط سانحہ مشرقی پاکستان کے زخموں سے چُور قوم ابھی درد کا درماں ڈھونڈ رہی تھی کہ عالمی ڈرامیٹک سوسائٹی کے کرتا دھرتاؤں نے قوم کو نئے مسیحاؤں کی آمد کو نوید سنا کر منظر نامہ بدل دیا کہ روٹی کپڑا اور مکان کا حریصانہ نعرہ انسانی نفسیات کی چولیں ہلانے لگا۔ ذوالفقار علی بھٹو اقتدار میں آ گئے مقبولیت کے زعم نے انہیں بیدار کر دیا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اس نے اعتبار و اعتمار کے رشتے استوار کرنے کے لیے نئے دوستوں کی طرف دیکھنا شروع کیا اور امریکی قیادت پر سو فیصد اعتماد کرنے سے گریز کی راہ اختیار کی۔ ''ہنری کیسنجر'' کے بقول بھٹو کا یہ بہت بڑا جرم تھا۔ چنانچہ پہلی مدت اقتدار مکمل ہونے کے بعد الیکشن ہوئے تو بھٹو اعتراضات کی زد میں آ گئے۔ سازشی عناصر متحرک ہوئے اور پس چلمن اعتبار و اعتماد کی نئی قندیلیں روشن ہو گئیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ کی صورت بھٹو ہٹاؤ مہم شروع ہو گئی۔ دینی جماعتوں کو بھی آلۂ کار بنا لیا گیا اور مذہبی قیادتیں غیر محسوس طریقے سے ایک ایسی تحریک کے لیے استعمال ہو گئیں جس کے نتائج انتہائی دور رس اور ضرر رساں ثابت ہوئے۔ ذوالفقار علی بھٹو سیکورٹی رسک قرار دے کر منظر سے ہٹا دیئے گئے اور قرآن کی آیتیں تلاوت کرتے جنرل ضیاء الحق سریر آرائے مسند ہو گئے، دوسری طرف افغان جہاد کا بگل بج گیا۔ ہمیں ایک بار پھر اعتبار کی رسی میں باندھ کر ایک ایسی ہولناک جنگ میں دھکیل دیا گیا جس کے آغاز و انجام پر کسی کو قدرت حاصل نہ تھی، ملک بھر میں جہاد بکنے لگا، جگہ جگہ نومولود جہادی تنظیموں کے نیٹ ورک خود رو فصلوں کی طرح اگنے لگے جہاد کی منظم تشہیری مہم پر اعتبار کرتے ہوئے عالم اسلام کے گوشہ گوشہ سے سرفروشوں کے گروہ پاکستان و افغانستان کی سرحدوں پر خیمہ زن ہونے لگے، محبِّ وطن کہتے رہے کہ ہم خودکشی کی طرف بڑھ رہے ہیں مگر جہادی نقار خانے میں ان کی آواز دفن ہو کر رہ گئی۔ دوسری طرف امریکی جہاز اسلحہ و سرمایہ لے کر جہاد کی رگوں میں توانائیاں فراہم کرنے میں لگے رہے، قوم سے کہا گیا اس معرکۂ حق و باطل کے بعد پاکستان عالمی اسلام کی سب سے بڑی قوت بن جائے گا۔ لیکن جب سویت یونین سرفروشوں کے ہاتھوں اپنے دانت تڑوا کر کراہتا ہوا افغانستان سے نکلا تو ایک بار پھر اعتبار و اعتماد کے سارے غبارے پھٹتے چلے گئے۔ قوم تذبذب میں تھی ہزاروں سوالیہ نشان کھڑے تھے کہ بساطِ سیاست کے مہرے اچانک ہی بدل دیئے گئے۔

بینظیر بھٹو پہلی جلاوطنی ختم کر کے پاکستان آ گئیں حسب وعدہ انھیں، فقید المثال استقبال سے نوازا گیا۔ اسی دوران امریکی اعتبار کی زنجیر میں جکڑے جنرل ضیاء الحق اپنے کئی ساتھیوں سمیت فضائی حادثے کا شکار ہو گئے۔ غلام اسحٰق خان نے بے نظیر بھٹو کو مسند اقتدار تک رسائی دی۔ یوں پاکستان میں پہلی خاتون نے وزارتِ عظمیٰ کا منصب سنبھال لیا۔

کوئی یقین نہیں کرتا ہمارے ملک میں قائم اور ختم ہونے والی حکومتیں اعتبار و اعتماد کی تیز دھار تلوار کی کرشمہ سازیوں سے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



معنون ہیں۔ اگلا شکار نواز شریف تھے۔ انہیں بھی یقین دلایا گیا تھا کہ اب قوم کے ہیرو آپ ہیں، جبکہ بے نظیر بھٹو کو کرپشن اور بدترین بدنظمی جیسے سنگین ترین الزامات کے تحت برطرف کر دیا گیا۔ بے نظیر اور نواز شریف دو دفعہ اسی اعتبار کی زد میں آ کر مسند اقتدار پر بیٹھے بھی اور محروم بھی ہوئے۔ تا آنکہ ۱۲ را کتوبر ۱۹۹۹ء کو جنرل پرویز مشرف کو عنان حکومت میسر آ گئی۔ بقول ان کے مجھے اقتدار میں نواز شریف لائے۔ جنرل مشرف نے اپنے پہلے خطاب میں قوم کو سات نکاتی ایجنڈے کا مژدہ سنایا تھا۔ سیاسی دھینگا مشتی سے تھکی ماندی قوم نے گزشتہ برسوں کی طرح ایک بار پھر اعتبار کر لیا۔ اسی دوران نو گیارہ کا واقعہ رونما ہوا تو بے اعتبار امریکہ کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے جنرل پرویز مشرف کا اعتماد حاصل کرنے کی ضرورت پیش آ گئی۔ برملا کہا گیا دہشت گردوں کے خاتمہ کی مہم میں ہمارا ساتھ دو۔ ہم پر اعتبار کیا جائے ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ اور مطالبہ یہ ہے کہ ماضی کے جہادی مجاہدوں کا راستہ روکنا ہے۔ پاکستان کو روشن خیال بنانا ہے، بنیاد پرستی، انتہا پرستی کی کھائیوں سے نکال کر اہل پاکستان کو اعتدال پسندی کے بلند بام پر لے جانا ہے۔

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ ۸ برسوں کی طوالانی مدت میں بہت کچھ ایسا ہو چکا جو امریکی سرکار کے سامنے قابل اعتبار بننے کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا ابھی تک ملک کے اندر پائی جانے والی عمومی مخالفت کے باوجود جنرل مشرف کو اعتبار بحال رہنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ ہماری قوم کی یادداشت پے در پے حادثوں نے اس طرح متاثر کر دی ہے کہ بہت قریب کے واقعات بھی یاد نہیں رہتے۔ ذرا تین ماہ پہلے کا منظر نامہ یاد کیجئے کہ امریکی حکومت کے اعلیٰ عہدیدار جان نیگرو پونٹے رچرڈ باؤچر اور کنڈولیزا رائس یکے بعد دیگرے پاکستان آئے تھے اور انہوں نے حکومت‘ اپوزیشن سمیت ہر اس گوشے میں تاک جھانک سے گریز نہیں کیا تھا جہاں انہیں کوئی مطلوبہ کردار نظر آیا۔ امریکی عہدیداروں نے صدر مشرف سمیت ۔ق۔ن۔ف۔پ۔ کے لاحقوں سے معروف تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں کو مستقبل کے منظر نامے کی تفصیلات سے مکمل طور پر آگاہ کر دیا تھا۔ کون، کب، کہاں، کیسے اور کس طرح اپنے کردار نبھائے گا اس کا فیصلہ بھی انہی کی زبان سے سنا دیا گیا۔ چنانچہ بعد کے دنوں میں اس فیصلہ پر عمل درآمد کا عملی مظاہرہ ہم نواز شریف کی پاکستان آمد اور پھر جدہ واپسی، جنرل پرویز مشرف کا آئندہ پانچ برسوں کے لیے بطور صدر انتخاب، اپوزیشن کے شہرۂ آفاق استعفے‘ پیپلز پارٹی کا اس سے گریز، سرحد اسمبلی کی تحلیل کا متنازعہ وقت اور اس پر A P D M کا اختلاف و احتجاج، بینظیر بھٹو کی طمطراق سے وطن واپسی جیسے واقعات کی صورت دیکھ چکے ہیں۔ یہ سب کچھ اس اعتبار کا کرشمہ ہی تو ہے کہ ایوان صدر سے لے کر حکمران جماعت تک اور لبرل و سیکولر سیاسی پارٹیوں سے لے کر مذہبی جماعتوں کے اتحاد تک سب لوگ اس اعتبار و اعتماد کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور پوری قوم ہونق بنی بازی گروں کا تماشہ دیکھے جا رہی ہے۔ ایسے سکوت آسا لمحوں میں شاید چند لوگ ایسے بھی ہوں جو سوچ رہے ہوں کہ وہ کس پر اعتبار کریں؟

☆☆☆



© rasailojaraid.com